اسلامی ریاست میں قومی قیادت کے رہنما اصول:
سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Guiding principles for National leadership of Islamic state: In the light of Seerat-Un-Nabi (peace be upon him)

ڈاکٹر راشدہ پروین*

ڈاکٹر عائشہ صنوبر**

Abstract:

Hazrat Muhammad's (peace be upon him) leadership style within the state of Madinah provides us complete code for the national leadership. This principal Islamic state of Madinah is the best example for Muslim countries to ascertain an Islamic state. The leadership model of Hazrat Muhammad (peace be upon him) has been applied to variety of areas before, but this article provides an Islamic leadership model where there is a completely unique accountability perspective and to keep the leaders within prescribed norms and values. It also specifies best leadership model to make sure the correct use of authority and resources entrusted to leadership.

Keywords: leadership, Hazrat Muhammad (peace be upon him), Madinah

تعارف:

راہبر انسانیت، معلم اعظم، ناشر حکمت، شارح کتاب اللہ، خلق عظیم، رسول رحمت، سرور کونین، فخر موجودات حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سیرت طیبہ مکمل اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات علم کا ایک بحر بیکراں ہے جو انساینت کو گوہرِ ہائے مطلوب سے نوازتی ہے۔ آپ ﷺ نے انسانیت کی راہنمائی بھلائی اور نیکی کی طرف کی اور انسانی زندگی کے لیے ایک مکمل و منظم اور مربوط نظام تشکیل دیا جس کے دھارے میں انسانیت سفر کر کے حقیقی فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے حضور انور ﷺ کی مدح سرائی ان الفاظ

* اسسٹنٹ پروفیسر، مردان ویمن یونیورسٹی، مردان snober_84@hotmail.com

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامی، سردار بہادر خان ویمن یونیورسٹی، کوئٹہ drrashidaisb@gmail.com

میں کی۔

کی محمد (ﷺ) سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

سالار کارواں ہے میر (ﷺ) حجاز اپنا اس نام سے ہے باقی آرام جہاں ہمارا

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دہر میں اسم محمد (ﷺ) سے اجالا کر دے

اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث کیا ہے اور ہر نبی کو اپنے زمانہ وقت کے مطابق شریعت و قوانین عطا کئے جبکہ خاتم النبین حضرت محمد مصطفی ﷺ کو تا قیامت نبی بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ گویا آپ ﷺ کی ذات اقدس پر دین کی تکمیل فرمادی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ [1] (آج میں تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام بطور دین منتخب کیا۔)

اسلام ایک عالمگیر، کامل و مکمل دین اور ابدی ضابطۂ حیات ہے حضور اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ زندگی کے تمام پہلوؤں کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کا نظام سیاست و حکومت ایک فطری اور منصفانہ نظام ہے جو کہ زندگی کے تمام جملۂ امور کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلام نے ہر شعبۂ حیات میں عدل و مساوات، اعتدال و توازن، دیانت و امانت، احساس و ذمہ داری اور قانون کی عملدرآمد پر زور دیا ہے۔ اسلام نے مثالی فلاحی مملکت کا نظریہ پیش کیا اور دنیا کی تاریخ میں عدل و مساوات اور بے باک انصاف کی بے نظیر مثالیں پیش کیں ہیں۔ ریاست میں قیادت کی حیثیت و مقام وہی ہوتا ہے جو کہ انسانی جسم میں دماغ کو حاصل ہے جسطرح جسمانی اعضاء کے درست حرکات و سکنات کا انحصار صحیح دماغ پر منحصر ہے بالکل اسی طرح اہل اور باصلاحیت قیادت کی بدولت پوری قوم کا وقار بلند ہوتا ہے اور قوم اتحاد و یکجہتی کی راہ پر گامزن ہو کر ترقی اور علم و فن کی بلندیوں کو سر کرتی ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اسلامی ریاست میں قومی قیادت کے راہنماء اصول تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ قومی قیادت کے راہنماء اصول بیان کرنے سے قبل اسلامی ریاست اور قومی قیادت کے مفہوم سے آگاہی ضروری ہے تاکہ مقالے سے خاطر خواہ نتائج کا حصول ممکن ہو سکے۔

اسلامی ریاست کا مفہوم:

رِیَاسَت کا لغوی معنی ہے: سرداری افسری، امارت، راج، عملداری حکومت [2]۔ ریاست کا اصطلاحی مفہوم: دار الاسلام وہ (سرزمین) ہے جہاں مسلمان بس جائیں اور ان پر اسلام کے احکام جاری ہوں[3]۔ "اسلامی نظام میں

ریاست اور دین مذہب اور سلطنت دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں دونوں ایک دوسرے کے مدد گار ہیں، دونوں کے تقاضے ایک دوسرے سے پورے ہوتے ہیں، چنانچہ ماوردی نے یہ بات لکھی ہے کہ جب دین کمزور پڑتا ہے تو حکومت بھی کمزور پڑ جاتی ہے اور جب دین کی پشت پناہ حکومت ختم ہوتی ہے تو دین بھی کمزور پڑ جاتا ہے، اس کے نشانات مٹنے لگتے ہیں۔4 "ایسا ملک جہاں اسلامی احکامات نافذ ہوں، مسلمانوں کو شرعی احکامات کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہو اور اسی حکم کے مطابق فیصلے ہوتے ہوں"[5]۔

اسلامی ریاست کے عناصر:

پہلی اسلامی ریاست جس کی بنیاد نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں رکھی۔ پہلی اسلامی ریاست کے عناصر کی ترتیب درج ذیل تھی۔ اُمت، وطن، پہلی اسلامی ریاست کا دستور، قیادت۔

قومی قیادت کا مفہوم:

قومی قیادت: قوم کا معنی آدمیوں کا گروہ، فرقہ خاندان، نسل، ذات، جمع اقوام، قومی کا معانی (جو) قوم سے متعلق (ہو)[6] جبکہ قیادت کا معانی لشکر کا سردار ہونا[7]۔ "ویبسٹر کی ڈکشنری کی تعریف کے مطابق لیڈر شپ سے مراد "رہنمائی کرنے کی اہلیت" ہے۔ میرین کورز (Marine Corps) کی تعریف کے مطابق لیڈر شپ ذہانت، انسانی تفہیم اور اخلاقی کردار کی ان صلاحیتوں کا مرکب ہے جو ایک فردِ واحد کو افراد کے ایک گروہ کو کامیابی سے متاثر اور کنٹرول کرنے کے قابل بناتی ہیں"۔

قومی قیادت کی ضرورت و اہمیت:

اسلام دین فطرت ہے اور چونکہ انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام انسانوں کے باہمی میل جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو تسلیم کرتا ہے اور اجتماعیت کی تشکیل فطری اصول پر کرتا ہے۔ قیادت کی ضرورت معاشرے کی اکائی یعنی خاندان سے شروع ہو کر قوم ملک اور عالمگیر سطح تک ہوتی ہے۔ لہذا ہر طبقہ و معاشرہ میں قیادت کی ضرورت ہوتی ہے۔

فرد اجتماعی زندگی کے لیے جو جماعتیں بناتا ہے اسلام اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ان کے لیے اصول و قوانین فراہم کرتا ہے۔ مفید اور غیر مفید جمیعتوں کی تمیز سکھاتا ہے۔ اور صحیح معنوں میں حدود و قیود بیان کرتا ہے۔ مثلاً اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے تمام تعصبات کی بیخ کنی کرتے ہوئے فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔ [8] (لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔)

درج بالا آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک فطرت پر پیدا کیا جب کہ ان کو رنگ، زبان اور قبائل مختلف دیئے تاکہ شناخت ہو سکے۔ گویا انسان کا رنگ و نسل کا مختلف ہونا تو خالق کائنات کی نشانیوں میں سے ہے سو رنگ و نسل کے اختلافات کو موضوع بنا کر انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا کہاں کی عظمت ہے؟

معاشرہ کی ابتداء تخلیق آدمؑ سے ہوئی درحقیقت معاشرہ اجتماعی زندگی کی پہلی منزل ہے قوم کی زندگی نظم جماعت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اسلام میں ہر موقع پر قیادت کے قیام اور اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً نماز باجماعت کا اہتمام ایک دن میں پانچ بار ایک امام کے پیچھے نماز ادا کی جاتی ہے۔ اسی طرح جمعہ، عید کی نماز میں مسلمان اکٹھے ہو کر نہ صرف اپنے رب کی طرف سے عائد کردہ ایک فریضے کو ادا کرتے ہیں بلکہ باہمی تعلقات اور تعارف کو مضبوط کرتے ہیں۔

کسی بھی معاشرے کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں امن قائم ہو اور باہمی یکجہتی ہو اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب معاشرے میں ایک نظام حکومت قائم کیا جائے۔ اور حکومتی نظام کو چلانے کے لیے ایک قائد کی ضرورت و اہمیت مسلم ہے مثلاً انسانی دماغ افعال حرکات و سکنات کو کنٹرول کرتا ہے اسی طرح قائد اپنی قوم کے فیصلے کرتا ہے اور قوم کی راہ متعین کرتا ہے۔ معاشرے کی بقاء اور ترقی کا راز اس اصول میں مضمر ہے کہ معاشرے کے تمام گروہ ایک قائد کی قیادت میں چلیں اس طرح عوام الناس کے حقوق کی بطرز احسن پاسبانی ہوتی ہے۔

قومی قیادت کے مقاصد:

قومی قیادت انسانی معاشرے کی ضرورت ہے ذیلی سطور میں قومی قیادت کے مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

1. انسان اپنے نفس اپنے خاندان، معاشرہ، امت، مملکت اور انسانیت کی فلاح کے لیے کوشش کرتا ہے اور انسان کے ان مقاصد کا حصول قومی قیادت کی اتباع سے ہی ممکن ہے۔ قومی قیادت کا مقصد ہے کہ انسان کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہو اور انسان کے بنیادی حقوق کو شریعت اسلامیہ نے مقاصد شریعہ کا نام دیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔
2. تحفظ دین، تحفظ جان، تحفظ عقل، تحفظ مال، تحفظ نسل / عزت

3. امن وامان: امن وامان کا قیام قومی قیادت کا پہلا مقصد ہے جیسا کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے مسلمانوں میں باہمی اتحاد و اتفاق کے لیے اخوت کا لازوال رشتہ قائم کیا[9] آپ ﷺ نے مدینہ کی تمام قوموں کے درمیان معاہدہ میثاق مدینہ کے نام سے کیا۔ یہ دستور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ مہاجرین وانصار (مسلمانوں) کے درمیان ہے اور دوسرا حصہ یہود و مسلمانوں کے درمیان ہے۔[10] اورآپ ﷺ نے امن وامان کے قیام کے لیے نہ صرف مدینہ کی اقوام میں معاہدات کئے بلکہ مدینہ کے گردونواح میں آباد قبائل کے ساتھ بھی معاہدات کیئے۔ الغرض یہ کہ مدینہ منورہ میں امن و آشتی کی فضا آقائے نامدار حضور اکرم ﷺ کی قیادت میں قائم ہوئی۔

4. قومی قیادت کا مقصد ملک میں عوام کو انصاف فراہم کرنا ہے۔ انصاف ایک ایسا ترازو ہے جس کے قیام سے معاشرے کے تمام فریقوں اور طبقات میں توازن اور اعتدال پیدا ہوتا ہے اور معاشرہ بحیثیت مجموعی ترقی کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں "[11] قوم کی ترقی وبقاء کا راز نظام عدل کے شفاف اور مؤثر ہونے پر ہے اور نظام عدل کے قیام کے لیے قومی قیادت کا ہونا ضروری ہے۔

5. بہتر معیار زندگی: مملکت اسلامیہ میں حکمران اور رعایا کے درمیان عدل، بڑے چھوٹے میں رحم ومحبت، قوی وضعیف میں یکساں حقوق سے ملک کے اندر معیار زندگی بہتر ہو جاتا ہے۔ گویا قیادت انسانی زندگی میں بہتری لانے کا ذریعہ ہے۔

سیرت نبی کریم ﷺ کی روشنی میں قومی قیادت کے اصول:

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کو عالمگیر اور دائمی پیغام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت اور پوری انسانیت کے لیے کامل ترین نمونہ حیات ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی جس طرح بحیثیت ایک مزکی نفوس اور ایک معلم اخلاق ہمارے لیے قابل اتباع نمونہ حیات ہے اسی طرح بحیثیت ایک ماہر سیاست اور مدبر رہبر کے بھی بہترین مثال ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں چیدہ چیدہ قیادت کے اصول ذیلی سطور میں مذکور ہیں۔

ا۔ آزادئ ضمیر:

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کیا اور ایک ایسے نظام حیات اسلام کے نام سے عطا کیا جس میں

انسان کی صلاحیتوں کی بھرپور نشو ونما ہوتی ہے اورآزادیٔ ضمیر کی خاطر داخل میں شعور و احساس بھی پیدا کیا اور خارجی حالات کو بھی ساز گار بنایا۔اسلام کا نقطۂ کا آغاز ضمیر انسانی کو غیر اللہ کی عبادت اور اطاعت و فرمانبرداری سے آزاد کراتا ہے۔اللہ کے سوا کسی دوسرے کو انسان پر کوئی اقتدار حاصل نہیں ہے آسمان و زمین میں بس وہی ایک ذات ہے اس کے ماسوا سب بندے ہیں جو نہ خود اپنے لیے کچھ کر سکتے ہیں نہ دوسروں کے لیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے[12]۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. اللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ.[13] (تو کہہ وہ اللہ ایک ہے تو کہہ وہ اللہ ایک ہے۔نہ کوئی اس سے پیدا ہوا نہ وہ کسی سے۔اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔)

جب اللہ ایک ہے تو اس کی عبادت بھی یکساں ہو گی۔سب کے سب اسی طرف متوجہ ہوں گے دراصل انسانی ضمیر بندوں کی غلامی سے آزاد اور تعلق باللہ کے ہمہ دم بیدار شعور سے معمور ہوتے ہی جان ومال عزوجاہ کے سلسلہ میں ہر طرح کے خطرات اور اندیشوں سے بلند ہو جاتا ہے[14]۔ قیادت کا ایک اہم اصول آزادیٔ ضمیر ہے۔جب تک آزادیٔ ضمیر کی صفت سے متصف نہیں ہو گا اس وقت تک قوم کے مفاد میں جرأت مندانہ فیصلے نہیں کر سکے گا۔

۲۔ نصب العین کا تعین:

نصب العین کا تعین کئے بغیر کسی بھی مقصد کو حاصل نہیں کیا جا سکتا در حقیقت نصب العین کا تعین کرنے سے منزل کا تعین ہوتا ہے اور جدوجہد کا آغاز ہوتا ہے اور مقصد کے راستے میں حائل ہونے والی ہر رکاوٹ کو حوصلہ سے عبور کر لیتا ہے۔ نصب العین کے تعین سے قبل قائد کو اپنے وسائل و مسائل کا ادراک ہو نیز قائد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی جماعت کو اعتماد میں لے اور طویل مدتی جماعتی مقاصد لے کر آگے بڑھے۔ایک عظیم قیادت کو عظیم نصب العین کی ضرورت ہوتی ہے ایک ایسا نصب العین جو قائد کو کام کی تحریک دے اور پوری قوم کو تحریک دینے کے قابل بنائے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اشراف قریش کے چند آدمی ابو طالب کے پاس گئے اور بولے اے ابو طالب آپ کے بھتیجے ﷺ نے ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا ہے، ہمارے دین کی عیب چینی کی ہے، ہماری عقلوں کو حماقت زدہ کہا ہے۔اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ قرار دیا ہے۔لہٰذا آپ تو انہیں اس سے روک دیں، یا ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جائیں کیونکہ آپ بھی ہماری ہی طرح ان ﷺ سے مختلف دین پر ہیں۔ہم ان ﷺ کے معاملے میں آپ کے لیے بھی کافی رہیں گے۔اس کے جواب میں ابو طالب نے نرم بات کہی اور رازدارانہ لب و لہجہ اختیار کیا[15]۔

حضرت ابو طالب نے آدمی بھیج کر حضور ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور اس گفتگو سے آگاہ کیا جو ان کے درمیان اور وفد کے درمیان ہوئی تھی واپس جانے سے پہلے انہوں نے جو دھمکی دی تھی اس کے بارے میں بھی بتایا پھر کہا۔ اے جان عم مجھ پر رحم کرو اور اپنے آپ ﷺ پر بھی۔ مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کو اٹھانے کی مجھ میں ہمت نہیں۔
سرکار عالم ﷺ نے بڑے اطمینان و سکون سے جواب دیا۔ اے میرے چچا اگر وہ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور یہ توقع کریں کہ میں دعوت حق کو ترک کر دوں گا تو یہ ناممکن ہے یا تو اللہ تعالی اس دین کو غلبہ دے دے گا یا میں اس کے لیے جان دے دوں گا۔ اس وقت تک میں اس کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں[16]۔

۳۔ بصیرت، معاملہ فہمی اور درست مقاصد کا تعین:

کسی بھی تحریک اور قوم کی ترقی کا انحصار قومی قیادت کی بصیرت، دوررسی اور معاملہ فہمی پر ہوتا ہے۔ ایک عظیم قائد میں بصیرت اور درست مقاصد حاصل کرنے کی اہلیت لازمی جز ہے۔
درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔[17]
انبیاء علیہم السلام دنیا میں آتے ہیں اس لیے کہ وہ انسانی روح کی صحیح تربیت کر کے انسان کو حقیقی انسان بنائیں، تاکہ اس کے بدن سے جو اعمال و افعال صادر ہوں وہ انسانیت کے لیے مفید ثابت ہوں، ہمارے رسول کریم ﷺ کو جیسے زمرہ انبیاء میں امامت و سیادت کا منصب حاصل ہے، انسان کو صحیح انسان بنانے میں بھی آپ ﷺ کی شان تمام انبیاء علیہم السلام سے بہت ممتاز ہے، آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں صرف یہی کام افراد سازی کا انجام دیا اور انسانوں کا ایسا معاشرہ تیار کر دیا جس کا مقام فرشتوں کی صفوف سے آگے ہے اور زمین و آسمان نے اس سے پہلے ایسے انسان نہیں دیکھے، آپ ﷺ یہ تعلیمات سارے عالم کے لیے ہیں، اس لیے آپ ﷺ کا وجود باجود پورے عالم انسان کے لیے احسان عظیم ہے، گو اس سے پورا نفع مؤمنین ہی نے اٹھایا ہے۔[18]

۴۔ محاسبہ کرنا:

قیادت کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ وہ اپنے مقاصد کو ٹائم ٹیبل کے ساتھ منضبط کرے۔ اسطرح وقت کی پابندی ہو گی اور محاسبہ کی عادت ہو گی جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اس کے ماتحتوں کے

متعلق اس سے سوال ہو گا۔ امام نگراں ہے اور اس سے سوال اس کی رعایا کے بارے میں ہو گا۔ انسان اپنے گھر کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا"[19]۔

آپ ﷺ بازاروں اور مارکیٹ کی نگرانی کرنا اور اشیاء کی قیمتوں میں توازن قائم کرنا، ناجائز منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، اور ملاوٹ جیسے جرائم کو سرزد ہونے سے روکنا ان کا کام تھا۔ نبی کریم ﷺ خود بھی بازار کا دورہ اور معائنہ کرتے تھے۔ تاہم نبی کریم ﷺ نے اس ذمہ داری سے عہدہ بر آہونے کے لیے حضرت سعید بن العاص کو فتح مکہ کے بعد مکہ کے بازاروں کی نگرانی پر مقرر فرمایا20۔

۵۔ تعلقات بنانا:

قیادت کا ایک اہم اصول لوگوں سے متعارف ہونا اور خود کو متعارف کرانا ہے قائد معاشرے کے تمام طبقات کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس لیے میں ضروری ہے کہ سب میں معروف اور ہر دلعزیز ہو۔ بعثت سے قبل نبی کریم ﷺ صادق وامین کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ ﷺ کی ہر دلعزیزی کا اندازہ واقعہ حجر اسود کی تنصیب سے لگایا جاسکتا ہے۔ جب سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ کی عمارت متاثر ہوئی تو قریش نے نئے سرے سے اس کی تعمیر کا فیصلہ کیا۔ بیت اللہ کی تعمیر میں ہر قبیلے کو ایک اک دیوار کی تعمیر کے حصے بانٹ کر دیئے گئے لیکن جب حجر اسود کو مخصوص جگہ رکھنے کا وقت آیا تو قبائل عرب کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا اور محمد ﷺ کو حاکم بنانے پر اتفاق ہوا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر دنیا کو تنازعات کا پرامن طریقے سے حل کرنے کا سبق دیا[21]۔

آپ ﷺ نے ایک طویل جنگ کا ہنسی خوشی سد باب فرمادیا اس اسوۂ حسنہ سے یہ پتا چلتا رہے گا کہ جھگڑے کس طرح چکائے جاتے ہیں[22]۔

آپ ﷺ نے نہ صرف اخوت کے ذریعے مسلمانوں میں اچھے تعلقات کی بنیاد قائم کی بلکہ مدینہ منورہ میں بسنے والے تمام قبائل کو اک معاہدہ "میثاق مدینہ "کر کے باہم شیر وشکر کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے گردونواح میں بسنے والے قبائل کے ساتھ معاہدات کئے مثلاً بنو مدلج، بنو ضمرہ، جہینہ ومزینہ، بنو غفار اور قبیلۂ اشجع کے اوس اور خزرج کے ساتھ تعلقات تھے۔ چنانچہ قبیلۂ جھینہ ومزینہ والے اوس کے حلیف تھے[23] آپ ﷺ نے ان قبائل کی اوس اور خزرج کے ساتھ حلف کی تجدید فرمائی[24]۔ نبی کریم ﷺ نے دعوت کے پیغام کو آگے بڑھایا اور عالمی

سطح پر دین کے دعوت دی اور عالمی سطح پر تعلقات کی ابتدا فرمائی۔"نبی کریم ﷺ نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کو خطوط ارسال فرمائے نیز اس دور کے ہر اہم حکمران کو خطوط روانہ کئے جن میں ان کو اللہ کی طرف دعوت دی[25]۔

۶۔ معاملات کی چھان بین:

معاشرے میں مختلف افراد مسکن پذیر ہوتے ہیں ہر فرد کی صلاحیت اور سوچ دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔چونکہ قائد نے پوری قوم کے طبقات کو لے کر چلنا ہوتا ہے اس لیے قائد کا بنیادی اصول ہے کہ وہ دوسروں کو جاننے اور ان کی مدد کرنے کی دیانتدارانہ کوشش کرنی کرے ماتحت افراد کی فوری غلطی کے بجائے اچھی طرح تحقیق اور چھان بین کر کہ فیصلہ کرے تاکہ کسی قسم کی تشنگی نہ رہ جائے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔اے ایمان والو!اگر آئے تمہارے پاس کوئی گناہ گار خبر لے کر تو تحقیق کر لو، کہیں جانہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو اپنے کئے پر لگو پچھتانے[26]۔ اس لیے قومی قیادت میں یہ ملکہ ضرور ہونا چاہئے معاملات کی چھان بین کر کے حق و باطل کو الگ کر سکیں،اس تحقیق کے اصول کی بدانت کبھی قوم میں نفاق نہیں پھوٹے گا۔

۸۔ قابل تقلید مثال بننا:

قومی قیادت کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ قومی قیادت کی شخصیت اتنی ہمہ گیر ہو کہ ساری قوم کے لیے فخر ہو اور تقلید کا نمونہ ثابت ہو ایک مضبوط شخصیت کا حامل فرد، اچھائی او بھلائی کا پیکر ہی عوام الناس کو اچھائیوں کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے اس لیے ایک قائد کے ضروری ہے کہ قابل تقلید مثال بنے جیسا کہ آپ ﷺ کے بارے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔[27] (بیشک تمھاری راہنمائی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔)

۸۔ پائے استقامت کا موجود ہونا:

قیادت کا ایک اصول یہ بھی کہ قائد میں پائے استقامت اور مصائب کے موقع پر مستقل مزاجی سے ڈٹا رہے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ مکہ کے پر مصائب دور میں مشکل حالات گزارے اور مدینہ میں ایک ریاست کی بنیاد رکھی تو مصائب اور تکالیف کو برداشت کیا۔لیکن اپنے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے دی۔ آپ ﷺ نے جب اللہ کے حکم سے دین کی تبلیغ کا آغاز کیا تو بے شمار مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔لیکن ان مشکل حالات میں حضور انور ﷺ حق پر ڈٹے رہے اور دین حق کی برابر تبلیغ کرتے رہے[28]۔ یوں تو ایذاء کی ابتدا آغاز نبوت سے شروع ہو چکی تھی، لیکن

اس وقت طنز و مذاق، بے کار اعتراضات اور مخالفانہ پروپیگنڈہ ہوتا تھا۔ یہ صورتحال ابو طالب آپ ﷺ کے چچا کی زندگی تک رہی۔ ان کی موجودگی میں کسی کو یہ جرات نہ ہوتی تھی کہ جسمانی سزا پیغمبر کو دے۔ لیکن جب ابو طالب کا انتقال ہو گیا تب مخالفانہ سرگرمیاں تیز ہو گئیں لیکن آپ ﷺ صبر و استقامت کا پہاڑ اور چٹان بن کر اپنا کام کرتے رہے، یہاں تک کہ کفر و جاہلیت کا زور ٹوٹ گیا اور شرک کا چراغ بجھ گیا۔ آپ ﷺ اپنی پوری زندگی بھر صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے اور کہیں بھی آپ ﷺ نے اپنے صبر کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اسی طرح قومی قیادت کو مختلف حالات سے واسطہ پڑتا ہے اور حالات ایک نہج پر برقرار نہیں رہتے معاشرے کے تمام طبقات کو ساتھ لے کر چلنا اور کام لینا ایک مشکل مرحلہ ہے جو استقامت اور صبر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۹۔ انتظامی امور کے لیے اہل افراد کا انتخاب کرنا:

قومی قائد میں یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ ریاست کے مختلف انتظامی امور کی انجام دہی کے لیے موزوں افراد کا انتخاب کریں۔ جیسا کہ آپ ﷺ جب کسی انتظامی عہدہ پر کسی کو تعینات فرماتے تو اس کی صلاحیت اور اہلیت کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ پہلی اسلامی ریاست مدینہ کی توسیع کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ اس میں شامل ہونے والے علاقوں کے انتظام، دیکھ بھال اور لوگوں کے امور کے فیصلوں کے لیے مختلف امراء کا تقرر فرماتے جو کہ علاقائی انتظام و انصرام کے فرائض سر انجام دیتے۔ نبی کریم ﷺ امراء کو بھیجا کرتے تھے اور سفیروں کو ایک کے بعد دوسرے کو بھیجا کرتے تھے[29]۔

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ "روایات کثیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر علاقے کے لوگ اپنے معاملات کا فیصلہ اس امیر سے کرواتے تھے جو ان پر مقرر ہوتا تھا۔ اس کی بات مانتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے۔"[30]

۱۰۔ رفقائے کار کا اعتماد اور شکوک و شبہات سے پاک رہنا:

قومی قائد کے لیے ضروری ہے کہ اس کا کردار اس قدر مضبوط اور اعلیٰ ہو کہ اپنے تو اپنے غیر بھی اس کے اعلیٰ کردار کے حامی ہو جائیں جیسا کہ حضور سرور عالم بعثت سے قبل ہی صادق و امین کے لقب سے مشہور تھے۔ مسلمان تو مسلمان کفار کا بھی آپ ﷺ پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ دین اسلام کی مخالفت کے باوجود اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس ہی رکھوایا کرتے تھے یہاں تک کے جب آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اس وقت بھی کفار مکہ کی امانتیں آپ ﷺ کے پاس تھیں جن کو ادا کرنے کی ذمہ داری آپ نے حضرت علیؓ کے سپرد کی[31]۔

ایک قائد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے کردار کو شکوک و شبہات سے پاک رکھے۔ کیونکہ جب کسی معاملے میں شک پیدا ہو جائے تو اس کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے اور لوگوں کا اعتماد اس سے اٹھ جاتا ہے، لہذا ظن و گمان سے خود بھی بچے اور اپنی ذات کو بھی دوسروں کے آگے نشانہ بنانے سے بچائے۔

۱۱۔ مشورہ کا اہتمام کرنا:

قومی قیادت کا ایک اہم اصول مشورہ کا اہتمام کرنا ہے مشورہ کرنے سے معاملات میں آسانی پیدا ہوتی ہیں اور باہمی اعتماد کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ چونکہ کے مشورہ کے عمل میں مختلف افراد شامل ہوتے ہیں لہذا تعاون باہمی کو فروغ ملتا ہے جس سے اور امور سلطنت بخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے معاشرتی تنظیم کے لیے ایسے اصول مرتب کر دئے ہیں، جو پر خلوص اعتماد کی فضا کو بحال کر کے لوگوں کو باہمی تعاون پر آمادہ کرتے ہیں۔ ان اصول میں ایک اہم ترین اصول "شوریٰ" ہے۔[32]

"مسلمانوں کے تمام ادارے شورائی نظم کے تحت کام کرنے کے پابند ہیں۔ خواہ وہ معاشرتی ادارے ہوں یا اقتصادی، سیاسی ہوں یا اجتماعی اور تنظیمی۔ ریاست کی سطح پر دین و سیاسی معاملات میں مشورہ کے لیے لوگوں کا ایک گروہ منتخب کیا جاتا ہے جسے مجلس شوریٰ کہا جاتا ہے اور جن افراد پر مجلس شوریٰ مشتمل ہوتی ہے وہ ارکان شوریٰ کہلاتے ہیں۔[33]

مشورہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ۔[34] (اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔)

رسول اللہ ﷺ ساری امت میں سب سے زیادہ علم والے اور فکر و نظر کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا، اس لیے کہ اس کے بہت سے فوائد تھے، مثلاً یہ کہ اس سے خود صحابہ کرامؓ کی عظمت و اخلاص اور بلندئ مرتبت کا اظہار ہوتا ہے[35]۔

مشورہ کی غرض و غائیت انسان کو مہلک اور برباد کرنے والی غلطیوں سے محفوظ رکھنا معاملات کی اصلاح اور نظام عالم کو ترتیب پر قائم رکھنا ہے۔ جس میں معاشرہ کے مختلف افراد کے درمیان توازن قائم رہے۔

۱۲۔ اعلیٰ اخلاق اور فصیح اللسان ہونا:

اچھا اخلاق انسانی کردار کی ایک ایسی خوبی ہے جس سے انسانی دلوں کو مسخر کیا جا سکتا ہے۔ اچھے اخلاق کی بدولت انسان اپنے دشمنوں پر فتح پا لیتا ہے۔ قومی قیادت کے لیے ضروری ہے کہ نصب العین کی تشریح کرنے اور لوگوں میں جوش و ولولہ پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قائد فصیح اللسان ہو تا کہ خطابت کے ذریعے لوگوں کو اپنے

مقاصد پہنچا سکے۔ نبی کریم ﷺ اعلیٰ اخلاق کے مالک اور نہایت پاکیزہ اور صاف ستھری گفتگو فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے اعلی اخلاق کے بارے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔[36] (اور بے شک آپ ﷺ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔)

اچھے اخلاق کا مظاہرہ بدترین حالات میں کرنا درحقیقت اخلاق کی عمدہ مثال ہے۔ کیونکہ غم غصہ کی حالت میں اپنے آپ کو کنٹرول کرنا اصل امتحان ہے۔ غزوہ احد میں بعض مسلمانوں کی لغزش اور میدان چھوڑنے سے جو صدمہ اور غم رسول اللہ ﷺ کو پہنچا تھا، اگرچہ آنحضرت ﷺ نے اپنے طبعی اخلاق اور عادات عفو و کرم کی بنا پر ان کو اس پر کوئی ملامت نہیں کی اور کوئی معاملہ سختی کا بھی نہیں کیا[37]۔

۱۳۔ ماتحتوں کے ساتھ کام میں شریک ہونا:

قیادت کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ جس کام کا ماتحتوں کو حکم دیں خود بھی اس میں شریک ہو۔ سیرت رسول پاک ﷺ میں بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر شانہ بشانہ کام کیا۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ ﷺ نے خود صحابہ کرام کے ساتھ مزدوروں کی طرح حصہ لیا۔

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا قریب کی پتھریلی زمین سے پتھر جمع کر کے لاؤ پتھر جمع ہوگئے تو نبی کریم ﷺ نے خود قبلہ رخ ایک خط کھینچا۔ اور خود اس پر پہلا پتھر رکھا۔ پھر بعض بزرگ صحابہ کرام سے فرمایا اس کے ساتھ ایک ایک پتھر رکھو۔ پھر عام اعلان فرمایا کہ ہر شخص ایک ایک پتھر رکھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خود بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے یہاں تک کہ جسم مبارک جھک جاتا۔ پیٹ پر مٹی نظر آتی صحابہ کرام عرض کرتے۔ ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں آپ ﷺ یہ پتھر چھوڑ دیں ہم اٹھالیں گے مگر آپ ﷺ فرماتے نہیں تم ایسا ہی اور پتھر اُٹھا لاؤ[38]۔ غزوۂ خندق کے موقع پر سارے عرب قبائل نے ملکر مسلمانوں پور یلغار کر دی تھی ان کڑے حالات میں حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ ملکر ایسی حکمت عملی ترتیب دی کہ دشمن ناکام و نامراد ہو گئے[39]۔

جنگی اور استثنائی حالات کے علاوہ عام حالات میں اور دوران سفر آپ ﷺ اپنے حصے کا کام خود کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک سفر کے دوران کھانا تیار کرنے کا وقت آیا تو مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے کام بانٹ لیے تھے۔ کسی نے بکری ذبح کرنے کام کسی نے پکانے کا۔ حضور ﷺ نے جنگل سے لکڑیاں اکٹھا کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا[40]۔
الغرض ماتحتوں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے ایک ایسی تحریک پیدا ہوتی ہے جس سے ساری قوم ایک سیسہ پلائی

دیوار کی مانند متحد ہو جاتی ہے قیادت کا مقصد اور روح ہی یہ ہے کہ تمام طبقات زندگی کو ساتھ لے کر چلا جائے۔

۱۴۔ اجتماعی مصالح کا تحفظ:

اسلام دین فطرت ہے اور اسلام کے احکام میں اجتماعی مصالح کے تحفظ کی لیے واضح احکام دئے گئے ہیں۔

قومی قیادت کا یہ بہت بنیادی اصول ہے کہ قومی قائد اجتماعی مصالح کو مد نظر رکھ کر فیصلہ کرے گا۔ اسلام اپنی ذات سے متعلق امور میں امام کے حدود اختیار کو محدود کر دیتا ہے وہیں وہ جماعت کے مصالح مرسلہ کے سلسلہ میں اس کو انتہائی حدود تک وسعت دیتا ہے۔ اس بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ امام کو یہ حق حاصل ہے کہ فرمان الٰہی:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ [41] (اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔)

چنانچہ امام کا فرض ہے کہ ہر اس خرابی کا ازالہ کرے جو امت کے حق میں کسی طرح کی مضرت کی حامل ہو اور ہر اس کام کا اہتمام کرے جو کسی حیثیت سے بھی امت کے لیے نفع بخش ہو۔ البتہ شرط یہ ہے کہ ایسا کرنے میں وہ شریعت کی نصوص میں سے کسی نص کی خلاف ورزی نہ کرے [42]۔

۱۵۔ دور اندیشی اور معاملہ فہمی:

قومی قیادت کا ایک اہم اصول ہے کہ قائد دور اندیش ہو اور معاملہ فہم ہو۔ دور اندیشی اور معاملہ فہمی ایسی صفات ہیں جن کی بدولت بڑے سے بڑے قضیے کو حل کیا جا سکتا ہے۔ بسا اوقات تھوڑے فائدے کی قربانی دے کر بڑے مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

رسول پاک ﷺ کی سیرت طیبہ میں بہت سے واقعات ہیں جو دور اندیشی اور معاملہ فہمی پر بہترین نظیر ہیں۔ تاہم صلح حدیبیہ معاملہ فہمی کی ایک بہترین مثال ہے۔ صلح حدیبیہ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے کئی اہداف حاصل کئے، ایک طرف اپنے دشمنوں کی تعداد میں کمی کی تو دوسری طرف قریش کہ کو ٹھنڈے دل سے اسلام کا مطالعہ کرنے کا موقع فراہم کیا[43]۔ "صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام کی کوئی اتنی عظیم الشان فتح نہ ہوئی تھی، اس سے پہلے تو لڑائی تھی جب امن ہوا اور جنگ بندی ہو گئی اور لوگوں کو ایک دوسرے سے خوف جاتا رہا تو ان کے درمیان ملاقاتیں اور مذاکرات شروع ہوئے۔ پس ان (اہل مکہ) میں سے جو تھوڑا سا بھی عقل مند تھا جس سے اسلام کی بات کی گئی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ صلح کے ان سالوں میں جو لوگ مسلمان ہوئے ان کی تعداد اس صلح سے پہلے کے مسلمانوں کی تعداد کے برابر یا کچھ اس سے زیادہ ہی تھی۔"[44]

قرآن مجید میں صلح حدیبیہ کو ایک عظیم کامیابی قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلی

فتح دی، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمائے اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کر دے اور آپ کو سیدھے رستہ پر لے چلے۔"

۱۶۔ تحمل اور بردباری اور عفو در گزر:

قیادت کا ایک اہم اصول تحمل اور بردباری ہے کیونکہ معاشرے کے مختلف افراد و طبقات کو ساتھ لے کر چلنے لیے صبر اور تحمل بہترین زاد راہ ہے اور عفو در گزر ایک ایسا ملکہ ہے جس سے اپنے تو اپنے غیر بھی مدح ہو جاتے ہیں۔ حضور انور ﷺ کی حیات طیبہ میں صبر و تحمل اور عفو و در گزر کے نمونے قدم قدم پر ملتے ہیں۔ تاہم فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے کفار کے ظلم و ستم اور جور جبر کی تلخیوں کو بھلا کر عام معافی کا اعلان رہتی دنیا کے لیے ایک روشن مثال ہے۔

ہجرت کے محض آٹھ سال کے قلیل عرصے میں مسلمان نبی کریم ﷺ کی قیادت میں اس قابل ہو گئے کہ انہوں نے مکہ کو فتح کر لیا۔ صلح حدیبیہ میں قریش کو یہودیوں سے متعلق غیر جانبدار رہنے پر آمادہ کرنا رسول اللہ ﷺ کی زبردست سیاسی اور سفارتی فتح تھی۔ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد آپ ﷺ نے دو ہفتوں کے اندر اندر خیبر پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں نے آسانی سے خیبر کی طرف مسلمانوں کے لیے خطرہ کا ازالہ کر دیا[45]۔

قریش نے پہلے تو صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا بعد میں احساس ہوا کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے تو انہوں نے اس معاہدے کو بحال کروانے کے لیے حضرت ابو سفیانؓ کو مدینہ بھیجا لیکن انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ مسلمانوں کا دس ہزار کا لشکر مکہ کے نواح میں پہنچ گیا اور اہل مکہ اس سے بے خبر تھے کیونکہ مسلمانوں نے حبس الطرق یعنی راستوں کو اس طرح بند کیا ہوا تھا کہ قریش تک مسلمانوں کی کوئی نقل و حرکت کی کوئی خبر نہ پہنچی، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ جو شخص اپنے گھر میں رہے یا کعبہ میں چلا جائے یا ہتھیار پیش کر دے یا ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے لے تو اسے اسلامی فوج بالکل نہ چھیڑے گی اس کے بعد آپ ﷺ نے مختلف راستوں سے فوج کو شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا اور تاکید کی کہ کوئی خون ریزی نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ اسلامی فوج کے مکہ میں داخل ہوتے وقت اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار تھے، رحمتوں، سعادتوں، برکتوں کے ٹھاٹھے مارتے ہوئے سمندر کو اپنی قیادت میں لیے ہوئے حضور ﷺ نے سرزمین مکہ میں نزول فرمایا، شہر کی گلیاں اور شاہراہیں مکانوں کے دریچے اور چھتیں زیارت کے شائقین سے بھری ہوئی تھیں لوگ سراپا شوق بنے ہوئے شرف دید حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھے اس

وقت آپ ﷺ نے گردن جھکائی ہوئی تھی[46] پیکر عجز و نیاز بنے اپنے رب کریم کی حمد و ثناء میں مصروف تھے، جبیں سعادت کجاوے کی سامنے والی لکڑی کو چھورہی تھی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: قریش لو گو تمہارا کیا خیال ہے۔ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے کہا اچھا۔ آپ ﷺ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی (لا تثریب علیکم الیوم) آج کے دن تم پر کوئی سرزنش نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو"[47]۔ اختیار و قوت کے باوجود اس درجہ عجز وانکساری اور قریش مکہ کے ساتھ حسن سلوک نے دلوں میں وہ مقام حاصل کرلیا جو کہ رعب و دبدبہ اور لشکر و قوت سے حاصل نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ کی قیادت میں عرب گروہی اور قبائلی تعصبات سے نجات پا کر عالمگیر حیثیت کے حامل ہوئے۔

خلاصۂ کلام:

دین اسلام سے مراد وہ ساری ہدایات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانی تنظیم کے لیے دی ہیں۔ یہ ہدایات عقائد، اصول حکمرانی، معاملات زندگی، حصول علم کے طریقوں، غرض یہ کہ عقیدہ و نظریہ، نظریہ کے مقدمات، قوانین، اخلاق اور معاملات ہر ایک سے متعلق ہیں یہ ہدایات ان قدروں اور معاروں کی صورت میں ملتی ہیں جن کو معاشرہ میں حکمران ہونا چاہیے۔ جن پر چیزوں واقعات اور شخصیتوں کو پرکھا جانا چاہئے۔ فکری اور فنی سرگرمیوں اور علم کے تمام شعبوں کو بھی انہی ہدایات کے مطابق ڈھالنا چاہئے۔ انسان کا منصب یہ ہے کہ زمین پر اللہ کی نیابت کرے اور اللہ کے دیئے ہوئے ضابطۂ حیات کے تحت، اسی کے دائررے میں رہتے ہوئے، زمین کی قوتوں اور وسائل و ذخائر سے استفادہ کرے۔

رسول اکرم ﷺ کے فرمودات و تعامل کا ورثہ مسلمانوں کے پاس محفوظ ہے اور ہر انفرادی اور اجتماعی صورتحال میں اس سے رہنمائی ہو سکتی ہے۔ اسلام کا مکی دور ابتلاء اور آزمائش کا دور تھا۔ اس دور میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے انتہائی وقار اور جرات و استقلال کے ساتھ مکہ کے نظام جبر کے علمبرداروں اور ان کے ظلم کو برداشت کیا، ہجرت کے بعد مدینہ میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ایک مختلف ماحول میں وابستہ تھے جہاں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے افراد بھی تھے جو کہ وہاں غلبہ اور اختیار بھی رکھتے تھے، انہی لوگوں کے ساتھ مسلمہ اصول اور بقائے باہمی کی اساس پر زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ جنگ خندق تک مسلمان اندرون مدینہ مسلسل اندرونی و بیرونی جارحیت کا نشانہ بنے رہے لیکن پیغمبر اسلام کی قیادت میں بہترین حکمت عملی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا

گیا۔ جنگ خندق کے کچھ سالوں کے بعد مکہ فتح ہوا اور عرب کی اسلام مخالف قوتیں مکمل طور پر پسپا ہو گئیں، یہ ایک بالکل بدلی ہوئی صورت حال تھی، جب اسلام ایک غالب دین کی حیثیت سے سامنے آیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایسے حالات میں بھی مشریکین مکہ کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا وہ عفو در گزر کی بہترین مثال ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان جب تک داخلی و خارجی معاملات میں آپ ﷺ کے نقش قدم ک پیروی کرتے رہے کامیاب رہے۔ خلافت راشدہ میں مسلمانوں کی فوجیں روم اور ایران جیسی عظیم طاقتوں کو مسخر کر چکی تھی اسی طرح فلسطین کی فتح بغیر کا کسی جانی و مالی نقصان کے بغیر ہونا ایک کامیاب قومی قیادت کی عمدہ مثال دنیا کی تاریخ میں موجود رہے گی۔ قومی قیادت قوم کی ترقی، وقار اور بقاء کے لیے از بس ضروری ہے۔ جب سے مسلمانوں نے رنگ و نسل اور علاقائی بنیادوں پر قومیتیں استوار کرلی ہیں تو مسلم امہ کا زوال شروع ہو گیا۔ آج کی دنیا میں مسلمان زبوں حالی کا شکار ہیں مسلمانوں کے وسائل پر شب خون مارا جارہا ہے لیکن مسلمان مجبور محض کی تصویر بنے ہیں اصل وجہ قومی قیادت کا فقدان اور اتحاد و اتفاق کا نہ ہونا ہے۔

حوالہ جات:

[1] القرآن۔ سورۃ المآئدہ آیت ۳

[2] فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، کراچی، ۱۹۶۵، ص ۶۹۸

[3] محمد بن أبي بكر ابن قيم، أحكام أهل الذمة، الدمام: رمادي للنشر، ۱۹۹۷ء، ج ۲، ص ۴۸۷

[4] محمود احمد غازی، محاضراتِ شریعت، لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، ۲۰۰۹، ص ۲۸۷

[5] عبد الرحمن الصحیانی، النظم الاسلامیہ وحاجة البشرية اليها دار الماثر للنشر والتوزيع، المدينہ المنورة، ۲۰۰۲ء، ص ۱۲۳

[6] فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، ص ۸۹۶

[7] المنجد عربی اردو، کراچی: دار الاشاعت، ص ۸۴۷

[8] القرآن۔ سورۃ الحجرات آیت ۱۳

[9] محمد بن إسماعيل البخاري، صحيح البخاري، بيروت: دار ابن كثير، ۱۹۸۷، كتاب الكفالة، باب قول الله تعالى والذين عاقدت أيمانكم فآتوهم نصيبهم، ج ۲، حدیث ۲۱۷۰، ص ۸۰۲

[10] محمد حمید اللہ، عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۱، ص ۷۵

[11] القرآن۔ سورۃ الحدید آیت ۲۵

[12] سید قطب، اسلام میں عدل اجتماعی، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ص ۱۱۴

[13] القرآن۔ سورۃ الاخلاص آیت ۱-۴

[14] سید قطب، اسلام میں عدل اجتماعی، ص ۱۲۱

[15] صفی الرحمٰن مبارک پوری، رحیق المختوم، لاہور: المکتبۃ السلفیہ، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۶

[16] إسماعيل بن عمر ابن كثير، السيرة النبوية، بيروت دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع، ج ۱، ۱۹۷۶، ص ۴۷۴

[17] القرآن۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۱۶۴

[18] محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی: مکتبۂ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء، ج ۲، ص ۲۳۵، ۲۳۴

[19] صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل، بيروت: دار ابن كثير، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن، ۱۹۸۷

[20] مسلم بن الحجاج النيسابوري، الصحيح مسلم، بيروت: دار الجيل، دار الآفاق الجديدة، باب قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، ج ۱، ص ۶۹

[21] إسماعيل بن عمر، ابن كثير، السيرة النبوية، ج ۱، ص ۱۷۱

[22] حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۷۱-۷۲

[23] أبو الحسن علي بن أبي الكرم ابن اثير، الكامل في التاريخ، بيروت: دار الكتاب العربي، ۱۹۹۷ء، ص ۶۸۰

[24] حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۲۷۹

[25] صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب کتب النبی ﷺ، حدیث ۱۷۷۴، ج ۳، ص ۱۲۹۲

[26] القرآن۔ سورۃ الحجرات آیت ۶

[27] القرآن۔ سورۃ الاحزاب آیت ۲۱

[28] صفی الرحمٰن مبارک پوری، رحیق المختوم، ص ۱۱۸

[29] صحیح بخاری، کتاب التمنی واخبار الآحاد، باب ماکان یبعث النبی ﷺ، ج ۶، ص ۲۶۵۱

[30] ابن حجر العسقلاني، فتح الباري شرح صحيح البخاري، بيروت: دار المعرفة، ۱۳۷۹ھ، ج ۱۳، ص ۲۳۵

[31] صفی الرحمن مبارک پوری، رحیق المختوم، ص ۱۲۴

[32] محمد یوسف فاروقی، عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۱۲۱

[33] ایضاً، ص ۱۲۲

[34] القرآن۔ سورۃ شوریٰ آیت ۳۸

[35] محمد یوسف فاروقی، عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، ص ۱۲۶

[36] القرآن۔ سورۃ القلم آیت ۴

[37] مفتی محمد شفیع، معارف قرآن، ص ۵۳۱

[38] سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، المعجم الكبير، القاهرة: مكتبة ابن تيمية، ص ۳۱۸

[39] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح بخاری، لاہور: دار نشر الکتب الاسلامیة، ۱۹۸۱ء، ج ۷، ص ۳۹۷

[40] محمد بن عبد الباقي الزرقاني، شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، بیروت: دار المعرفہ، ۱۹۳۳ء، ج ۴، ص ۲۶۵

[41] القرآن۔ سورۃ الحج آیت ۷۸

[42] سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی، ص ۲۶۶

[43] صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب شروط فی الجہاد، حدیث ۲۵۸۱، ۲۵۸۲

[44] عبد الملک بن ھشام، السیرۃ النبویۃ، مصر: شرکۃ مکتبۃ، مطبعۃ ۱۹۵۵، ج ۳، ص ۲۰۶

[45] محمد حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، کراچی: دار الاشاعت، ۱۹۸۰، ص ۱۱۴

[46] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۴، ص ۵۳

[47] صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص ۵۵۰